(۲۹)

سیاست کو چھوڑ کر تم دین میں لگ جاؤ

(فرمودہ ۳۔ جولائی ۱۹۱۴ء)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت کی:۔

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ وَضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ الْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا یَعْتَدُوْنَ [1]

اس کے بعد فرمایا:۔

جب کوئی قوم مدت تک ماتحت اور غلام رہتی ہے تو اس کے اخلاق بگڑ جاتے ہیں اور پھر ضرورت ہوتی ہے اس بات کی کہ ان کو آزاد رکھا جائے۔ تب اس قوم کی حالت درست ہوتی ہے۔ بنی اسرائیل مدت تک فرعون کی جابر حکومت کے ماتحت رہے اور ان کے قویٰ حکومت اس سے بہت بگڑ گئے اور ان کی اخلاقی حالت بالکل گر گئی۔ اور ان میں حکومت کا مادہ بالکل نہ رہا۔ ان میں لڑائی کرنے کی قابلیت اور جرأت بالکل نہ رہی تھی۔ جیسے قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے حضرت موسیٰ کو کہہ دیا۔ اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ [2]

ان وجوہات سے اللہ تعالیٰ نے ان کو جنگل میں رکھا تا کہ ان کے اخلاق سُدھر جائیں۔ یہ

اللہ تعالیٰ نے ان کی آزادی کیلئے سامان پیدا کر دیا۔ تا کہ وہ اپنے پرانے خیالات بھول کر حکومت کرنے کے لئے تیار ہو جائیں لیکن انہوں نے ایسی راہ اختیار کی جس کی وجہ سے ان سے وہ نعمتیں چھن گئیں اور ان پر عذاب آیا۔ اس آیت میں بیان کیا ہے کہ جو کچھ ان کو اللہ تعالیٰ نے دیا ان کو اس پر صبر نہ آیا اور انہوں نے موسیٰ کو کہہ دیا کہ لَنۡ نَّصۡبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ۔ ہم ایک کھانے پر صبر نہیں کر سکتے۔ موسیٰ ہمیں کسی ایسی جگہ لے چلو جہاں سے ہمیں گیہوں، ساگ اور ککڑیاں اور مسور اور پیاز لہسن وغیرہ مل سکیں۔ تا کہ ہم انہیں کھائیں۔ ان کے اس سوال سے یہ مراد تھی کہ ہمیں کسی شہر میں لے چلو جہاں ہمیں یہ چیزیں میسّر ہو سکیں۔ اللہ تعالیٰ کا منشاء چونکہ ان کو حکومت دینے کا تھا مگر وہ چونکہ گند سے بھرے ہوئے تھے اور تباہ ہونے والے تھے۔ اس لئے انہوں نے کہا۔ موسیٰ ہمیں کسی شہر میں لے چلو۔ جہاں یہ چیزیں کھانے کو مل سکیں۔ یہاں جنگل میں کیا رکھا ہے۔ جنگل کی چیزوں پر ہم بسر نہیں کر سکتے۔ یہاں تو یہی ہے کہ جنگلی جانوروں کو پکڑا اور کھا لیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تم اسے جو بہتر ہے اس سے بدلنا چاہتے ہو جو ادنیٰ ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ چیزیں دراصل ادنیٰ تو نہیں تھیں۔ ان اشیاء کو تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی کھایا کرتے تھے بلکہ اگر گوشت پکا ہوا ہوتا اور اس میں کدّو ہوتا تو آپ کدّو کو ٹٹول ٹٹول کر نکالتے اور اسے کھا لیتے تھے ۳ے تو ترکاری کا کھانا کوئی برا نہیں ہے۔ اگر بُرا ہوتا تو آپ خود بھی نہ کھاتے اور صحابہ کو بھی منع فرما دیتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی گوشت کم کھایا کرتے تھے۔ اور سبزی کو پسند کرتے تھے۔ گوشت سے ایک گونہ آپ کو نفرت ہی تھی۔

اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حکومت دینی تھی چونکہ ان کو اللہ تعالیٰ کی پیشگوئی پر یقین نہ آیا۔ اس لئے انہوں نے چاہا کہ حکومت تو معلوم نہیں کہ ملے یا نہ ملے اور خدا جانے کب ملے گی۔ کچھ دن روٹی تو آرام سے کھاویں۔ اس لئے کہا کہ ہمیں سبزیاں ترکاریاں چاہئیں اور وہ تو کھیتی کرتے تو اس سے ملتیں۔ انہوں نے چونکہ اللہ تعالیٰ کی ایک پیشگوئی کا انکار کیا اس لئے اللہ تعالیٰ ان پر ناراض ہوا اور حکم دیا کہ کسی شہر میں چلے جاؤ وہاں تم کھیتی کرنا۔ وہاں سے تمہیں جو مانگا ہے مل جاوے گا۔ ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا۔ اور چونکہ انہوں نے خدا کی پیشگوئی کا انکار کیا اور اس پر ایمان نہ لائے بلکہ جلد بازی سے کام لیا اس لئے ذلیل ہو گئے۔ اور بجائے اس کے کہ ان کو حکومت ملتی، اب ایک معمولی کسان بننا انہوں

نے پسند کیا۔ ان کو اللہ کے حکم پر ایمان نہ ہوا اور یقین نہ آیا کہ ہمیں سلطنت مل سکے گی اور اپنا بادشاہ بننا ممکن خیال نہ کیا اس لئے پھر ذلیل ہو گئے۔

جو لڑکے پڑھتے ہیں انہیں یقین ہو کہ ایک دن آتا ہے جب ہم کچھ بن جاویں گے تب تو وہ ضرور محنت کرتے ہیں اور پڑھائی ان کو کوئی مشکل نہیں معلوم ہوتی۔ لیکن جن طلباء کو امید نہیں ہوتی اور یقین نہیں ہوتا کہ ہم علم سے بڑے مرتبہ تک پہنچ سکتے ہیں وہ پھر محنت نہیں کرتے اور اپنا وقت کھیل کود میں ضائع کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کی وجہ یہی ہے کہ انہوں نے خدا کی پیشگوئی پر یقین نہ کیا اور یہ سمجھا کہ موسیٰ غلط کہتا ہے۔ ہمیں کوئی بادشاہت نہ ملے گی اور یہ بات ان کے دلوں میں اس لئے آئی کہ وہ رسول کا مقابلہ کرتے تھے۔

کسی بزرگ یا مامور من اللہ کا مقابلہ کرنا بہت خطرناک ہے۔ مقابلہ کرنے والے کا ایمان آہستہ آہستہ سلب ہو جاتا ہے۔ حضرت صاحب نے اس پر مفصّل بحث تریاق القلوب میں کی ہے۔ جو شخص کسی مامور من اللہ کا مقابلہ کرتا ہے اس کے دل پر ایک سیاہی آجاتی ہے اور جوں جوں وہ مقابلہ کرتا چلا جاتا ہے توں توں اس کے دل کی سیاہی بڑھتی جاتی ہے۔ اور اس کا ایمان آہستہ آہستہ سلب ہوتا جاتا ہے اور اگر وہ مقابلہ پر اڑا رہے تو آخرکار اس کا ایمان بالکل سلب ہو جاتا ہے اور اس کا دل بالکل سیاہ ہو جاتا ہے۔ یہ معاملہ صرف کسی ایک بزرگ یا مامور سے خصوصیت نہیں رکھتا بلکہ کل انبیاء کا یہی حال ہے جو ان کا مقابلہ کرے گا اس کا ایمان سلب ہو جائے گا۔ بعض لوگوں نے سلب ایمان اور کفر میں فرق بتایا ہے۔ یہ غلط بات ہے۔ حضرت صاحب نے تریاق القلوب میں بتا دیا ہے کہ ایک آدمی کس طرح کافر بنتا ہے۔ وہ پہلے اللہ تعالیٰ کے کسی نبی کا مقابلہ کرتا ہے۔ اور پھر آہستہ آہستہ اس سے نور ایمان چھین لیا جاتا ہے۔ اور جوں جوں وہ مقابلہ میں دلیری سے کام لیتا ہے اور بڑھتا ہے آہستہ آہستہ اس سے نیکی کی توفیق بالکل اٹھالی جاتی ہے۔ عبدالحکیم کو دیکھ لو۔ جب وہ احمدی جماعت میں تھا تو اس کی اور حالت تھی۔ لیکن جب اس نے ارتداد اختیار کیا اور آپ کا (حضرت مسیح موعودؑ) کا مقابلہ کیا تو پھر اس سے اعمال صالحہ کی توفیق اٹھالی گئی۔

یہ سب کچھ کیوں ہوا۔ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا ۔ یہ اس کا بدلہ ہے جو مامور کی نافرمانی کی اور اس کا مقابلہ کیا۔ اس سے تدریجاً آہستہ آہستہ اس کا ایمان سلب ہوتا گیا یہاں تک کہ بالکل ہی

اس سے ایمان اٹھ گیا۔ بہت سے لوگ اس لئے نہیں مانتے کہ اگر مانیں گے تو بہت سی باتیں ترک کرنی پڑیں گی۔ اس لئے پھر وہ نبی کا مقابلہ کرتے ہیں اور جب مقابلہ کیا تو جو کچھ وہ کرتا ہے اس کے بھی ضرور خلاف کرنا ہوا۔ اس لئے وہ پھر ایمان سے محروم ہو جاتے ہیں۔ پہلے انسان حد سے بڑھتا ہے۔ پھر نبی کا مقابلہ کرتا ہے اور پھر آخر کار آیات اللہ سے بالکل انکار کرتا ہے۔ پھر اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ خیر و شر میں تمیز نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ بچہ ایک عمدہ سے عمدہ چیز کی بجائے روٹی ہی پسند کرتا ہے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو فرمایا ہے کہ ہم تمہیں انعام دیں گے اور تمہیں بڑی بڑی نعمتوں کا وارث کریں گے مگر یاد رکھو کہ ساتھ ہی اس کے کچھ دنیاوی لالچ بھی ہوں گے مگر ہوشیار رہنا ان لالچوں میں نہ پڑ جانا۔ صلح حدیبیہ میں مسلمانوں میں بعض کمزور ایمان والوں کو ٹھوکر لگی اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اب یہ ایک موقع تھا جو ہاتھ سے نکل جائے گا۔ اس میں اگر جنگ کرتے تو فتح کر لیتے مگر اللہ تعالیٰ کی مصلحتوں کو وہ نہیں سمجھ سکتے تھے۔ دیکھو آخر کار وہی صلح فتح کا موجب ہوئی۔ ہماری جماعت میں بھی بعض لوگوں کو ٹھوکر لگی ہے۔ اور وہ ٹھوکر سیاست کے متعلق لگی ہے۔ حضرت صاحب کی تعلیم یہ ہے کہ سیاست کو چھوڑ کر تم دین میں لگ جاؤ۔ اسی سے متعلق تم کو سیاست بھی حاصل ہو جائے گی۔ مگر لوگوں نے اسے سمجھا نہیں۔ دین میں لگنے سے وہ باتیں جو سیاست سے بھی حاصل نہیں ہو سکتی تھیں وہ مل سکتی ہیں مسلمانوں نے اگر زیادہ سے زیادہ سیاست میں کچھ حصہ لیا تو انہیں یہی کچھ ملا کہ وہ معمولی عہدوں پر رکھ لئے گئے۔ کوئی بڑا عہدہ ان کو نہیں ملا۔ لیکن اس کے مقابل پر اگر انبیاء کی تعلیم پر چلا جاوے تو تھوڑے دنوں میں کامیابی حاصل ہو جاوے۔

برخلاف اس کے دیکھو لو کہ جو لوگ سیاست میں مشغول ہوتے ہیں وہ دین سے غافل ہو جاتے ہیں۔ سیاست دراصل کوئی بری چیز نہیں ہے۔ لیکن اس وقت وہ ہمارے لئے ترقی کی راہ میں روک ہے۔ اس لئے دین میں ہمہ تن لگ جانا چاہیئے۔ سیاست میں پڑنے والوں کی بعینہٖ وہی حالت ہے کہ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ ھُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ ھُوَ خَیْرٌ۔ دین جو بالکل خیر و برکت تھا اسے چھوڑ کر دنیاوی معاملات میں پڑ گئے اور دین سے غافل ہو گئے۔ خدا تعالیٰ نے یہ ایک راہ (دین) ترقی کیلئے نکالی تھی۔ مگر بعض نے سیاست میں حصہ لینا چاہا۔ اور سیاست میں ضرورت تھی جتھے کی۔ اس لئے انہوں نے غیر احمدیوں سے ملنا چاہا۔ اس لئے اپنوں سے جدا ہوئے ادھر

جن سے ملے ہیں انہوں نے بھی ان کو قبول نہ کیا اور ابھی سے ان کو دھکے دینے شروع کر دیئے ہیں۔ اس وقت صرف مذہب ہی ہے جو ترقی دے سکتا ہے۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سیاست سے روک دیا تا دین کی طرف سے یہ لوگ غافل نہ ہو جاویں۔ اور دین کی طرف توجہ کریں اور کامیاب ہو جاویں۔ اور دیوانوں اور بچوں کی طرح نہ ہو جاویں کہ ایک روٹی کے بدلے ہیرے دے دیں۔ جو کام کرو اس میں دیکھ لو کہ حقیقی کامیابی کس طرح ہو سکتی ہے۔ راستے میں بہت سے لالچ ہوتے ہیں ان سے بچ کر رہنا چاہیئے اور احتیاط سے کام لینا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی کامیابی عطا فرماوے اور ایسے رستوں سے بچائے جس میں حقیقی کامیابی نہیں مل سکتی۔

(الفضل ۹۔ جولائی ۱۹۱۴ء)

۱؎ البقرة:۶۲ ۲؎ المائدة:۲۵

۳؎ ترمذی کتاب الاطعمة باب ما جاء فی أکل الدبّاء